جلد ۱۳ — نبوت ۱۳۵۱ ہش — شمارہ ۱۱

نومبر ۱۹۷۲ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

نبوت ۱۳۵۱ ہش

شوال ۱۳۹۲ ہجری نومبر ۱۹۷۲ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

قیمت سالانہ
آٹھ روپے

قیمت پرچہ
پچھتر پیسے

فہرستِ مضامین

پبلشر .... چوہدری محمد ابراہیم

مطبع .... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت .... دفتر ماہنامہ انصاراللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۳ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱۱

نبوّت ۱۳۵۱ ہش

رمضان سے حاصل ہونیوالے بنیادی سبق پر عمل پیرا ہونے کا اوّلین موقع

اطاعت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے اجتماع انصاراللہ میں شرکت کی اہمیت

رمضان کا نہایت مقدّس و بابرکت مہینہ ابھی حال ہی میں اختتام پذیر ہوا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی کی رُو سے اِس ماہ مقدس کے بابرکت ایّام حصولِ انعاماتِ الٰہیہ کے ایّام تھے، خدائے رحیم وکریم کی طرف سے بندوں کے لئے حصولِ مغفرت اور عِتق" مِّنَ النَّار کے ایّام تھے، غیر معمولی رنگ میں دعائیں قبول ہوتے، جنابِ الٰہی سے مرادیں پانے اور عنداللہ فائز المرام ہونے کے ایّام تھے اور بتائید و توفیقِ الٰہی لقائے الٰہی کی دولتِ لازوال سے مالامال ہونے کے ایّام تھے۔ الغرض یہ وہ نہایت درجہ مقدّس و بابرکت ایام خوش انجام تھے کہ جن میں اللہ تعالےٰ کی رحمت غیر معمولی طور پر جوش میں آئی اور اس نے اپنے فرمانبردار بندوں کو غیر معمولی رنگ میں اپنے افضال و انعامات سے نوازا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ رمضان کے روزوں کو جن میں انسان ایک مقررہ وقت میں کھائے پیئے بغیر دن اور رات کے اکثر اوقات کو ذکرِ الٰہی اور عبادات بجا لانے میں بسر کرتا ہے۔

اس قدر برکات کا حامل کیوں ٹھہرایا ہے؟ خاص کر ان ایام میں اللہ تعالےٰ کی رحمت اس قدر جوش میں کیوں آتی ہے کہ وہ جملہ شرائط کے ساتھ روزے رکھنے اور روزوں کی مخصوص عبادات بجا لانے والوں سے عام شرعی قوانین اور اپنی سنتِ مستمرہ کے عام تقاضوں سے کہیں بڑھ کر محبّت و شفقت، رحمت و رأفت اور لطف و عنایت کا معاملہ کرتا ہے حتّٰی کہ ان کے تمام پچھلے گناہوں، کوتاہیوں اور غفلتوں کو معاف کر دیتا ہے، آئندہ گناہوں سے حفاظت کی ضمانت دیتا ہے، بکثرت ان کی دعائیں قبول کر کے انہیں ان کی دلی مرادیں عطا کرتا ہے، جنّت کا حصول ان کے لئے آسان کر دیتا ہے اور اپنی رضا اور خوشنودی سے نواز کر انہیں لقائے الٰہی کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے؟

جہاں تک اِن سوالوں کا تعلق ہے دین کی اصل روح سے بعض ناواقف یہ سمجھتے ہیں کہ ساری خوبی دن کے اوقات میں بھوکا اور پیاسا رہنے میں ہے۔ وہ رمضان کی برکتوں کو بھوک اور پیاس کے ساتھ وابستہ سمجھتے ہوئے رمضان کی اصل کیفیت اپنے اندر پیدا کئے بغیر سارا زور بھوکا اور پیاسا رہنے پر دیتے ہیں اور رمضان کی برکات سے متمتع ہونے کے لئے اسی کو کافی سمجھتے ہیں۔ اس قسم کا خیال رمضان کی اصل حقیقت سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے۔ رمضان کے روزوں میں ہرچند کہ انسان ایک مقررہ وقت میں کھانے اور پینے سے لازمی طور پر مجتنب رہتا ہے تاہم ان میں بنیادی اہمیت کھانے اور پینے سے احتراز کو نہیں بلکہ رُوحِ اطاعت کے بھرپور عملی مظاہرہ کو حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے رمضان کی عظیم الشان برکتوں کا راز لوگوں کے بھوکا اور پیاسا رہنے میں نہیں بلکہ اس میں مضمر ہے کہ رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی بیک وقت روئے زمین کے تمام مسلمان پورے تعہد اور عزم و ہمّت اور دلی بشاشت کے ساتھ اطاعت کا نہایت اعلےٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے خدا اور رسولؐ کے احکام کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں۔ وہ خدائی منشاء کے ماتحت اپنے روزمرّہ کے معمول کو خیرباد کہہ کر کہ صرف ان اوقات میں ہی کھاتے پیتے ہیں جن اوقات میں انہیں کھانے پینے کا حکم ہے اور ان اوقات میں کھانے پینے سے یکسر دستکش ہو جاتے ہیں جن اوقات میں انہیں کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے۔ کھانے پینے پر ہی کیا منحصر ہے وہ دن اور رات کے بعض اوقات میں خدائی حکم کی تعمیل میں اپنے اوپر بعض ان چیزوں کو بھی حرام کر لیتے ہیں جنہیں عام حالات میں خُدا نے جائز قرار دیا ہے۔ اور پھر کمال خلوص نیّت کے ساتھ رمضان کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنے اور اس کی مخصوص عبادات کے بجا لانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ رُوحِ اطاعت کا ایسا بھرپور عملی مظاہرہ ہی خدا تعالےٰ کی رحمت کو جوش میں لانے کا موجب بنتا ہے۔ چنانچہ روحِ اطاعت کے ایسے بھرپور مظاہرہ پر اس کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ اور اس قدر جوش میں آتی ہے کہ وہ رمضان

کے روزے رکھنے اس کی مخصوص عبادات بجا لانے والوں کو بے حساب اجر و ثواب سے نوازتا ہے اور عام حالات سے کہیں بڑھ کر ان کا اکرام کرتا ہے۔ اس بے حساب اجر و ثواب اور غیر معمولی انعام و اکرام کے وہی مورد بنتے ہیں جو احکام خدا اور رسولؐ کی کماحقہ بجا آوری میں اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں اور وہ لوگ جو بھوک اور پیاس برداشت کرنے کے باوجود اطاعت کے معیار پر پورے نہیں اترتے وہ اس سے محروم رہتے ہیں۔

پس رمضان ہر سال آ کر تائید و توفیق الٰہی مومنوں کے لئے روحِ اطاعت کے ایسے ہی عظیم الشان مظاہرے کا ایک انمول موقع فراہم کرتا ہے۔ اور اسی میں رمضان کی عظیم الشان برکتوں کا راز مضمر ہے۔

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو رمضان سے ہمیں جو سب سے اہم اور بنیادی سبق ملتا ہے وہ یہی ہے کہ تمام برکتیں خدا اور رسولؐ کے احکام کی بجا آوری میں کمال درجہ اطاعت کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم رمضان کے بعد بھی اپنی روزمرّہ زندگی میں قدم قدم پر اللہ اور رسولؐ کے احکام کی بجا آوری میں اطاعت کا ایسا ہی تعہّد اور عزم و ہمّت کے ساتھ مظاہرہ کرتے چلے جائیں یعنی وہ نیکیاں بجا لائیں جن کے بجا لانے کا روزمرّہ زندگی میں خدا تعالیٰ اور رسولؐ نے ہمیں حکم دیا ہے اور ان باتوں سے بچیں جن سے بچنے کی تلقین کی ہے حتّٰی کہ قرآن کے چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی نہ ٹالیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان کو بھی پسِ پشت نہ ڈالیں۔ اگر ہم ایسا کرنے میں اسی تعہّد سے کام لیں جس تعہّد کا ہم رمضان میں مظاہرہ کرتے ہیں تو ہمارا ارحم الراحمین خدا ہرگز بخیل نہیں ہے' وہ ہمیشہ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ کے بموجب قدم قدم پر ہمیں اپنی رحمتوں، برکتوں اور فضلوں سے نوازتا چلا جائے گا اور ہم ہمیشہ ہی اس کی برکتوں، رحمتوں اور فضلوں کے مورد بنے رہیں گے۔

پس اس امر کا ثبوت کہ رمضان کے بابرکت ایّام سے ہم نے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے یا نہیں اس سے ملے گا کہ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا جذبہ ہم میں کس حد تک راسخ ہوا ہے اور یہ کہ رمضان کا مبارک مہینہ گزرنے کے بعد ہم روزمرّہ زندگی میں روحِ اطاعت کا کس حد تک مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر ہم قدم قدم پر روحِ اطاعت کا مظاہرہ کرنے میں کامیاب ہیں حتّٰی کہ خدا اور رسولؐ کے کسی ایک حکم کی خلاف ورزی بھی ہمارے لئے ممکن نہیں تو پھر رمضان کا مہینہ گزرنے کے بعد بھی رمضان کی برکتیں ہمارے شاملِ حال ہیں بلکہ حق یہ ہے

کہ ہمارے لئے زندگی میں برکتیں ہی برکتیں ہیں۔

رمضان میں حاصل ہونے والے بنیادی سبق اور اس پر عمل پیرا ہونے کی اہمیت واضح کرنے کے بعد سطور ذیل میں ہم روزمرہ زندگی سے متعلق اللہ تعالیٰ کے ایک تاکیدی حکم اور اس پر عمل پیرا ہونے کے ایک خاص موقعہ کا جو رمضان گزرنے کے بعد عنقریب پیدا ہونے والا ہے ذکر کرتے ہیں۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والی لازوال و بے مثال شریعت یعنی قرآن مجید میں دیا ہے۔ اسی قرآن مجید میں جس کے نزول کی سالگرہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض قرار دیئے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو وہ حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (الانفال آیات ۲۱ تا ۲۳)

اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ ان میں سے کسی سے منہ نہ پھیرو اس حالت میں کہ تم اس کا حکم سن رہے ہو اور ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے کہا تھا کہ ہم سنتے ہیں پر وہ سنتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حیوانات سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے ہیں اور جو کچھ بھی عقل نہیں رکھتے۔

اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے کسی حال میں بھی منہ نہ پھیرنے سے متعلق نوعیت کا اتنا واضح حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آگے چل کر ایک نہایت تاکیدی مثبت حکم بھی دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال آیت ۲۵)

اے مومنو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی آواز پر لبیک کہو جب کہ وہ تمہیں نئی زندگی سے ہمکنار کرنے کے لئے پکارے۔

ان آیات میں مومنوں کو اللہ اور اس کے مبعوث کردہ مامور کے حکم کی بجا آوری سے پہلوتہی نہ کرنے کی تلقین کرنے کے بعد انہیں یہ تاکیدی حکم دیا گیا ہے کہ جب بھی اس کا مامور یا اس مامور کا نائب اور خلیفہ انہیں اللہ کے نام پر آواز دے کر بلائے اور اس غرض کے لئے بلائے کہ وہ انہیں ایک نئی زندگی سے ہمکنار کرے (اور

مامور من اللہ یا اس کا نائب بلاتا ہی اس غرض سے ہے) تو ان کا یہ فرض ہے کہ وہ سب کام کاج چھوڑ کر اور سب دنیوی مصروفیتیں ترک کر کے فوراً اس کے حضور میں آجمع ہوں اور اس کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر ایک نئی زندگی سے ہمکنار ہوں۔

امسال رمضان کے معاً بعد ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے اس تاکیدی حکم پر عمل پیرا ہونے اور اس طرح اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کر کے خدائی افضال و انعامات کا مورد بننے کا ایک انمول موقعہ پیدا ہوا ہے اور وہ ہے ہمارے مقدس و بابرکت اجتماع انصار اللہ میں شمولیت کا خاص موقعہ جو ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹ نبوت ۱۳۵۱ ہش مطابق ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹ نومبر ۱۹۷۲ء کو ربوہ کی مقدس سرزمین میں منعقد ہو رہا ہے۔

یہ اجتماع جیسا کہ خود انصار اللہ کو ذاتی مشاہدے اور تجربہ کی بناء پر علم ہے۔ ذکر الٰہی اور انابت الی اللہ کی غرض سے ہی منعقد کیا جاتا ہے۔ اس میں نیند اور کھانے کے مختصر وقفوں کے سوا دن اور رات اس کثرت سے ذکر الٰہی بلند ہوتا ہے کہ ہر دل سکینت و اطمینان سے معمور ہو کر فرطِ انبساط سے جھوم اٹھتا ہے۔ ہر کوئی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہتا کہ وہ ایک اور ہی عالم میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ جہاں ہر طرف مسرت ہی مسرت ہے اور ایک خاص قسم کا روحانی کیف ہے جو رگ و ریشہ میں سرایت کر رہا ہے۔ جب رات کی خاموش گھڑیوں میں نماز تہجد کے دوران روحیں سوز و گداز سے معمور ہو کر آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز ہوتی ہیں اور دنیا میں غلبۂ اسلام کے متعلق اپنی التجائیں اور تمنائیں اپنے خالق و مالک کے حضور پیش کرتی ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آسمان زمین کے بالکل قریب آگیا ہے۔ اس وقت ہر دل اس یقین سے لبریز ہوجاتا ہے کہ جو دعا کیجئے قبول ہے آج۔ اسی طرح جب یکے بعد دیگرے قرآن مجید، احادیث نبوی اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُر معارف درس سننے اور علمائے سلسلہ کی روح پرور تقاریر سے بہرہ اندوز ہونے کی توفیق ملتی ہے تو روحانی علو و ارتفاع کی ایک ناقابلِ بیان کیفیت اس امر کی آئینہ دار ہوتی ہے کہ روح آسمان کی بلندیوں میں محوِ پرواز ہو کر عرش الٰہی کے قریب جا پہنچی ہے۔ الغرض ایک عجیب پُر کیف ماحول اور روحانی سماں ہوتا ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ لذت آشنا دل اس پُر کیف روحانی ماحول کی انقلاب انگیز تاثیر سے بخوبی آگاہ ہیں اور ہر سال ان سے متمتع اور بہرہ اندوز ہونے کی خاطر ان ایام میں ربوہ کھنچے چلے آتے ہیں۔

پس مقدس و بابرکت اور ایسے ایمان افروز و روح پرور الٰہی اجتماع کے انعقاد میں اب صرف گنتی کے چند دن ہی باقی رہ گئے ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ انصار جو پہلے ایک دفعہ بھی اس میں شمولیت کی غیر معمولی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں وہ آج کل انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گزار رہے ہوں گے۔ اور ان کے دل بے چین ہوں گے

کہ اکتوبر کا مہینہ ختم ہو اور وہ اڑ کر مرکز میں پہنچیں اور اجتماع میں شمولیت اختیار کر کے ہر آن جاری رہنے والے اُس ذکرِ الٰہی میں حصہ لیں جس کے طفیل لاریب فرشتوں کی معیت نصیب ہوتی ہے اور دل اطمینان و سکینت سے لبریز مہبطِ انوارِ الٰہی بن جاتے ہیں۔ ایسے خوش نصیب انصار لائق صد مبارکباد ہیں۔ کیونکہ خدا نے ان کے لئے ان کی دلی تڑپ کے مطابق پہلے ہی سے بے انداز اجر و ثواب مخصوص کر رکھا ہے۔ وہ آئیں گے دیوانہ وار آئیں گے اور اُس شان سے آئیں گے کہ کوئی دنیوی مصروفیت یا مال و اولاد کی محبت ان کے راستہ میں روک نہ بن سکے گی البتہ وہ انصار جنہیں گزشتہ سولہ سال میں باوجود استطاعت کے ایک دفعہ بھی اجتماع میں شمولیت کی توفیق نہیں ملی ہم انہیں توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اپنی عدم توجہی کے باعث اجتماعی ذکرِ الٰہی اور اُس کے طفیل بے انداز اجر و ثواب اور تزکیہ نفوس اور تطہیرِ قلوب کی دولت میسر آنے کے ایک انمول موقعہ سے ابھی تک محروم ہیں۔ ان کی یہ محرومی بہر طور قابلِ افسوس ہے۔ اے کاش وہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اجتماعی ذکرِ الٰہی کی بنیادی اہمیت سے باخبر ہوں اور اس سے آگاہ ہونے کا یہ اثر ظاہر ہو ؎

اُن پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ انصار اللہ کو اپنے اجتماع کی اہمیت کو سمجھنے اور اجتماعی ذکرِ الٰہی اور نئی حیات حاصل کرنے کے اس انمول موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ آئیں اور والہانہ انداز میں پہلے سے بھی بڑھ کر تعداد میں آئیں اور ربوہ اور اُس کے ماحول کو اس طرح ذکرِ الٰہی سے معمور کر دکھائیں جس طرح سمندر پانی سے لبریز ہے۔ کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جو بلا عذر شرکت سے غفلت برت کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک خسارہ پانے والوں میں شمار ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

مجاہدہ کرو تا کہ خدا کی راہیں تم پر کھُلیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

”خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔ غرض مجاہدہ کرو اور خدا میں ہو کر کرو تا کہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں۔“

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۱۳۱)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں

یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو

"کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ دشمن جو ان کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا ان کی حمایت میں۔ کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بے باک گنہگار اور بدباطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا جب سے خدا نے آسمان و زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ ان کے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا۔ وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دنیا چاہتی ہے کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو ان کا دوست ہے، ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے، اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص

ہے جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ ہم نے اس کو شناخت کیا۔

تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے، جس نے مجھے اس زمانہ کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا، اس کے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔ ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی، ہم نے اسے دیکھ لیا کہ دنیا کا وہی خدا ہے، اس کے سوا کوئی نہیں کیا ہی قادر و قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا، کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں مگر وہی جو اس کی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دعا کرو تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانونِ قدرت بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں کیونکہ وہ مردود ہیں۔ ان کی دعائیں ہرگز قبول نہیں نہیں ہونگی۔ وہ اندھے ہیں نہ سجاکھے، وہ مُردے ہیں نہ زندے۔ خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور اس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اور اس کو کمزور سمجھتے ہیں سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا جیسا کہ ان کی حالت ہے۔ لیکن جب تو دُعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں اور ہماری گواہی رؤیت سے ہے نہ بطور قصّہ کے۔ اس شخص کی دعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اس کو بڑی مشکلات کے وقت جو اس کے نزدیک قانونِ قدرت کے مخالف ہیں دعا کرنے کا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا۔ مگر اے سعید انسان تو ایسا مت کر۔ تیرا خدا وہ ہے جس نے بے شمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اس پر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آجائے گا بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی۔ ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق

اور وفا سے اُس کے ہو گئے ہیں۔ وہ غیروں پر جو اُس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اُس کے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔

کیا بدبخت ہے وہ انسان جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے، ہماری اعلےٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اُس چشمہ کی طرف دوڑو۔ کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچا لے گا۔ مَیں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں، کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے مَیں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔

اگر تم خُدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ سو تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اُس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خُدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ خُدا ایک پیارا خزانہ ہے اُس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اُس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔" (کشتی نوح)

--- ﷺ ---

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اَلْحَقُّ لَا يُصْلٰى بِنَارِ خَدِيْعَةٍ

(آتشِ فریب سے حق سوزاں نہیں ہو سکتا۔)

يَا لَاعِنِيْ اِنَّ الْمُهَيْمِنَ يَنْظُرُ — خَفْ قَهْرَ رَبٍّ قَادِرٍ مَّوْلَائِيْ

اے مجھ پر لعنت کرنے والے! غالب خدا دیکھتا ہے — میرے مولا قادر رب کا خوف کر۔

اَلْحَقُّ لَا يُصْلٰى بِنَارِ خَدِيْعَةٍ — اَنّٰى مِنَ الْخُفَّاشِ خُسْرُ ذُكَاءِ

آتشِ فریب سے حق سوزاں نہیں ہو سکتا — کیا شپّر کے حسد سے آفتاب کو خسارہ ہو سکتا ہے

لَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَ نَفْسِكَ شَقْوَةً — يُلْقِيْكَ حُبُّ النَّفْسِ فِي الْخَوْقَاءِ

بدبختی سے خواہشاتِ نفس کی پیروی مت کر — محبتِ نفس تجھے ہلاکت کے غار میں ڈال دے گی

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِي الْعَالَمِ — وَمِنَ السُّمُوْمِ عَدَاوَةُ الصُّلَحَاءِ

تمام عالم میں بدتر چیز زہر ہے۔ — اور نیکوں کی دشمنی منجملہ زہروں کے بدتر زہر ہے پس ڈر

اَللّٰهُ يُخْزِيْ حِزْبَكُمْ وَيُعِزُّنِيْ — حَتّٰى يَجِيْءَ النَّاسُ تَحْتَ لِوَائِيْ

اللہ تعالیٰ تمہارے گروہ کو رسوا کریگا اور مجھے عزت دے گا — یہاں تک کہ سب لوگ میرے جھنڈے تلے آجائیں گے

يَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا بِكَرَامَةٍ — يَا مَنْ يَّرٰى قَلْبِيْ وَلُبَّ لِحَائِيْ

اے ہمارے رب مہربانی فرما اور ہمارے درمیان فیصلہ فرما — اے وہ ذات جو میرے دل اور مغز اور پوست کو دیکھتا ہے

يَا مَنْ اَرٰى اَبْوَابَهٗ مَفْتُوْحَةً — لِلسَّائِلِيْنَ فَلَا تَرُدَّ دُعَائِيْ

اے خدا میں سائلوں کے لئے تیرے در کھلے دیکھتا ہوں۔ اے خدا میری دعا ردّ نہ کر اور قبول فرما۔

(انجام آتھم)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

من رخت بردہ ام بعمارات یارِ خویش

(مَیں نے تو اپنے یار کے گھر ڈیرہ ڈال دیا ہے)

من میزیم بوحیِ خدائے کہ با من است پیغامِ اوست چوں نفسِ رُوح پرورم

میں تو اس خدا کی وحی کے سہارے جیتا ہوں جو میرے ساتھ ہے اس کا الہام میرے لئے زندگی بخش سانس کی طرح ہے

من رخت بردہ ام بعمارات یارِ خویش دیگر خبر مپرس ازیں تیرہ کشورم

میں نے تو اپنے دوست کے گھر میں ڈیرا ڈال دیا ہے پس تو اس اندھیرے جہان کے متعلق مجھ سے کچھ نہ پوچھ.

عشقش بتار و پودِ دلِ من دروں شد است مہرش شد است در رہِ دیں مہرِ انورم

اس کا عشق میرے دل کے رگ و ریشہ میں داخل ہو گیا ہے اور اس کی محبت راہِ دین میں میرے لئے چمکتا ہُوا سورج بن گئی ہے.

لا از محبتِ من و اُو فاش گر شدے بسیار تن کہ جاں بفشاندے برِ درم

اگر میری اس محبت کا راز ظاہر ہو جاتا تو بہت سی خلقت میرے دروازے پر اپنی جانیں قربان کر دیتی۔

ہر لحظہ می خوریم ز جامِ وصالِ دوست ہر دم انیسِ یار علیٰ رغمِ منکرم

ہم تو ہر گھڑی دوست کے وصل کا جام پیتے ہیں اور مَیں ہر دم اپنے منکر کے خلاف اپنے یار کا ہم صحبت ہوں.

بادِ بہشت بر دلِ پُر سوزِ من وزد صد نگہتِ لطیف دہد دودِ مجمرم

جنّت کی ہوائیں میرے پُرسوز دل پر چلتی ہیں اور میری اس انگیٹھی کا دھوُاں سینکڑوں قسم کی اعلےٰ خوشبوئیں پیدا کرتا ہے۔

بد بوئے حاسداں نرساند زیاں بہ من من ہر زماں ز نافۂ یادش معطّرم

حاسدوں کی بدبو مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی. کیونکہ مَیں ہر وقت یادِ خدا کے نافہ سے معطّر رہتا ہوں.

(درثمین فارسی ص ۱۲۳، ۱۲۴)

اسلام کی فتح میں اب کوئی شخص روک نہیں بن سکتا

—(رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)—

قرآن کریم کی صداقت کا یہ ایک زبردست ثبوت ہے کہ اس کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں ایک شخص نے دعوےٰ کیا کہ وہ قرآن شریف اور دوسری کتب سماوی کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل بروز ہے اور آپ کے دین کو قائم کرنے اور قرآن شریف کی تعلیم کو روشن کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے اسے مبعوث فرمایا ہے (ان پیشگوئیوں کا ذکر قرآن کریم کی متعدد سورتوں میں اپنے اپنے مقام پر کیا گیا ہے خصوصاً قرآن کریم کی آخری سورتوں میں) یہ مدعی حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ ہیں۔ آج سے قریباً ساٹھ سال پہلے خدا تعالےٰ کی طرف سے آپ پر وحی نازل ہوئی اور خدا تعالےٰ نے آپ کو بتایا کہ تجھے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا تعالےٰ کے نام کو دنیا میں دوبارہ روشن کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور تجھے وہی مرتبہ دیا گیا ہے جو پہلے انبیاء کو دیا گیا تھا سوائے اس فرق کے کہ تو قرآن اور محمد رسول اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع ہے اور کوئی نئی شریعت تجھے نہیں دی گئی۔ چنانچہ آپ کو الہام ہوا:-

كُلُّ بَرَكَةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ

تمام برکتیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتی ہیں، پس بہت برکت والا ہے وہ بھی جس نے سکھایا یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور بہت برکت والا ہے وہ بھی جس نے سیکھا یعنی احمد قادیانی علیہ السلام۔

پھر آپ کو کہا گیا:۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا"

قرآن کریم میں نذیر نبیوں کا نام آتا ہے اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ایک الہام میں نذیر کی بجائے نبی کا لفظ بھی آتا ہے۔

آپ کا کام یہ تھا کہ آپ اس تاریکی کے زمانہ میں دنیا بھر کو خدا تعالیٰ سے روشناس کرائیں اور تازہ الہاموں اور معجزات سے اس مادی دنیا کے دل میں روحانیت کا بیج دوبارہ بو دیں۔ جس وقت آپ نے دعویٰ کیا اس وقت آپ اکیلے تھے۔ دنیا میں آپ کا کوئی ساتھی نہیں تھا۔ آپ ریل سے دور، تار گھر سے محروم، ڈاک کی سہولتوں سے محروم ایک چھوٹے سے گاؤں میں جس کی آبادی چودہ پندرہ سو تھی ظاہر ہوئے اور اس وقت دنیا میں آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ میری سچائی کو دنیا پر ثابت کرے گا اور دنیا کے دور دراز کناروں تک میری تبلیغ پہنچے گی اور آپ نے یہ اعلان کیا کہ نہ صرف یہ کہ خدا مجھے دنیا کے کناروں تک شہرت دے گا بلکہ میرے سلسلہ کو قائم رکھے گا اور مجھ پر ایمان لانے والے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے اور نو سال کے اندر میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو خصوصیت سے میری پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا ہوگا اور دنیا کے کناروں تک اس کا نام پہنچے گا، وہ جلد جلد ترقی کرے گا اور روح القدس سے برکت دیا جائے گا۔ ان الہامات کے شائع ہونے کے بعد آپ کی مخالفت بڑے زور شور سے ہوئی کیا ہندو اور کیا مسلمان اور کیا عیسائی اور کیا سکھ سب کے سب آپ کے پیچھے پڑ گئے، اور ہر ایک نے آپ کے تباہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ مخالفت ہی اپنی ذات میں اس بات کی علامت تھی کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں کیونکہ اس قسم کی عالمگیر مخالفت بالعموم سچے نبیوں ہی کی ہوا کرتی ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ آپ اکیلے تھے اور آپ کے مقابلہ میں ساری دنیا جمع تھی۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز کو بلند کرنا شروع کیا اور ایک ایک دو دو کرکے لوگ آپ پر ایمان لانے شروع ہوئے اور بڑھتے بڑھتے یہ جماعت پنجاب اور ہندوستان میں پھیلتی ہوئی دوسرے ممالک کی طرف نکل گئی۔ ......

آج دنیا کے ہر براعظم پر احمدی مشنری اسلام کی لڑائیاں لڑ رہے ہیں۔ قرآن جو ایک بند کتاب کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت اور مسیح موعود علیہ السلام کے فیض سے ہمارے لئے یہ کتاب کھول دی ہے اور اس میں سے نئے سے نئے علوم ہم پر ظاہر کئے جاتے ہیں دنیا کا کوئی علم نہیں جو اسلام کے خلاف آواز اٹھاتا ہو اور اس کا جواب خدا تعالیٰ مجھے قرآن کریم سے ہی نہ سمجھا دیتا ہو۔ ہمارے ذریعہ سے پھر قرآنی حکومت کا جھنڈا اونچا کیا جا رہا ہے اور خدا تعالیٰ کے کلاموں اور الہاموں سے یقین اور ایمان حاصل کرتے ہوئے ہم دنیا کے سامنے پھر قرآنی فضیلت کو پیش کر رہے ہیں۔ گو دنیا کے ذرائع ہماری نسبت کروڑوں کروڑ گنے زیادہ ہیں لیکن دنیا خواہ کتنا ہی زور لگائے، مخالفت میں کتنی ہی بڑھ جائے یہ ایک قطعی اور یقینی بات ہے کہ سورج ٹل سکتا ہے ستارے اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں، زمین اپنی حرکت سے رک سکتی ہے لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی فتح میں اب کوئی شخص روک نہیں بن سکتا۔ قرآن کی حکومت دوبارہ قائم کی جائے گی۔ اور دنیا اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں یا انسانوں

کی پوجا چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے گی اور باوجود اس کے کہ دنیا کی حالت اس وقت قرآنی تعلیم کو قبول کرنے کے خلاف ہے اسلام کی حکومت پھر قائم کر دی جائے گی اس طرح کہ پھر اس کی جڑوں کو ہلانا انسان کے لئے ناممکن ہو جائے گا۔ اس شیطان کی برباد کردہ دنیا کے جنگل میں خدا تعالیٰ نے پھر ایک بیج بویا ہے۔ مَیں ایک ہوشیار کرنے والے کی صورت میں دنیا کو ہوشیار کرتا ہوں کہ یہ بیج بڑھے گا، ترقی کرے گا، پھیلے گا پھلے گا اور وہ روحیں جو بلند پروازی کا اشتیاق رکھتی ہیں جن کے دلوں کے مخفی گوشوں میں خدا تعالےٰ کے ساتھ ملنے کی تڑپ ہے وہ ایک دن اپنے مادی خوابوں سے بیدار ہونگی اور بے تاب ہو کر اس درخت کی ٹہنیوں پر بیٹھنے کے لئے دوڑیں گی تب اس دنیا کے فساد دُور ہو جائیں گے۔ اس کی تکلیفیں مٹا دی جائیں گی۔ خدا تعالےٰ کی بادشاہت پھر اس دنیا میں قائم کر دی جائے گی۔ اور پھر اللہ تعالےٰ کی محبّت انسان کے لئے سب سے قیمتی متاع قرار پائے گی اور دنیا کی یہ تبدیلی ہی فساد اور بدامنی کے دُور کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگی اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے دنیا کا فساد اور بدامنی دُور کی جا سکتی ہے کہ اس کے سوا سب کوششیں بیکار جائیں گی۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی)

فضل ہمیشہ خدا کی طرف سے آتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"فضل ہمیشہ خدا کی طرف سے آتا ہے۔ ہزار تدبیر کرو ہرگز کام نہ آوے گی جب تک آنسو نہ بہیں۔ سانپ کی زہر کی طرح انسان میں زہر ہے اس کا تریاق دُعا ہے جس کے ذریعے سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے۔ جو دُعا سے غافل ہے وہ مارا گیا۔ ایک دن اور رات جس کی دعا سے خالی ہے وہ شیطان سے قریب ہوا۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۳۷۰)

مسئلۂ تقدیر

(محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

امام اللغت امام راغبؒ لکھتے ہیں۔ اَلْقَدْرُ وَ التَّقْدِيْرُ تَبْيِيْنُ كَمِّيَّةِ الشَّيْءِ يُقَالُ قَدَرْتُهٗ وَ قَدَّرْتُهٗ یعنی قدر اور تقدیر کے معنی ہیں کسی چیز کی کمیّت یا مقدار کا ظاہر کرنا قَدَّرَهٗ کے معنی ہیں اَعْطَاهُ الْقُدْرَةَ يُقَالُ قَدَّرَنِيَ اللّٰهُ عَلٰى كَذَا وَ قَوَّانِيْ عَلَيْهِ فَتَقْدِيْرُ اللّٰهِ الْاَشْيَاءَ عَلٰى وَجْهَيْنِ اَحَدُهُمَا بِاِعْطَاءِ الْقُوَّةِ وَ الثَّانِيْ بِاَنْ يَجْعَلَهَا عَلٰى مِقْدَارٍ مَخْصُوْصٍ وَ وَجْهٍ مَخْصُوْصٍ حَسْبَمَا اقْتَضَتِ الْحِكْمَةُ۔ یعنی اس کو طاقت دی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اللہ نے مجھے فلاں چیز کی قدرت دی یا اس کے کرنے کی طاقت بخشی۔ پس چیزوں کے متعلق اس کی تقدیر دو طور سے ہوتی ہے۔ ایک قوت دینے سے اور دوسرے یہ کہ وہ انہیں ایک خاص مقدار پر اور ایک خاص صورت میں بناتا ہے۔ جیسا کہ اس کی حکمت تقاضا فرماتی ہے۔ (مفردات راغب)

لغت میں ہے التقدیر عند المتکلمین: تحدید کل مخلوق بحدّہ بما یقدّرہ اللہ من القضاء من تقادیر۔ یعنی متکلمین نے تقدیر کے معنی کئے ہیں مخلوق کی حد بندی کرنا (ان کی حدود مقرر کرنا) اللہ تعالیٰ جو کچھ فیصلے کے طور پر مقدّر فرماتا ہے۔ قَدَّرَ الرجلُ: تفکّر فی تسویۃ امرہ وتدبیرہ۔ یعنی اس شخص نے اپنے کام کی درستی اور تدبیر کے لئے غور و فکر کیا۔ قدّر اللہ علیہ الامر وقدّر لہ الامر قضیٰ وحکم بہ علیہ۔ یعنی اللہ نے اس کے متعلق فلاں بات کا فیصلہ اور حکم فرما دیا۔ (منجد)

پس تقدیر الٰہی کے معنی ہوئے (۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے کائناتِ عالم کی ہر چیز کو خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار ایک معین صورت اور خصوصیات اور حدود [illegible] قوت و طاقت کا دیا جانا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ اور حکم فرمایا جانا کہ اس طرح ہو اور اس طرح نہ ہو۔

ان دونوں کو اسی ترتیب کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر [illegible]ن کو ایک معین صورت اور خصوصیات اور حدود اور طاقت و قوت کا دیا جانا۔ اس کارخانۂ عالم میں ہمیں نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کو ایک خاص شکل دی ہے۔

اور اس میں کچھ خصوصیات رکھی ہیں جو اس کو باقی انواع کی چیزوں سے ممیز کرتی ہیں اور ہر چیز کو مقررہ حدود کے اندر طاقت دی ہے۔ اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ان حدود سے باہر نکل سکے۔ دنیا میں کروڑوں کروڑ قسم کی چیزیں ہیں اور سب کی یہی حالت ہے گیہوں کے دانے سے گیہوں ہی نکلتا ہے اور وہ گیہوں کی خصوصیات ہی رکھتا ہے۔ آم کی گٹھلی سے آم ہی اگتا ہے۔ آگ ہمیشہ جلاتی ہے۔ پانی آگ کو بجھاتا ہے اور ہمیشہ بجھاتا ہے پیاس کو دور کرتا ہے اور ہمیشہ دور کرتا ہے بشرطیکہ کوئی اور چیز حائل نہ ہو جائے مثلاً بیماری۔ لیکن ایک قسم کے حالات میں اس کا کام ہمیشہ ایک ہی ہوگا سرمو فرق نہ ہوگا۔ گویا ہر چیز کے لئے ایک قانون بنا دیا گیا ہے جس کے تحت وہ وجود میں آتی ہے اور اپنی خصوصیات پیدا کرلیتی ہے اور اس کی خصوصیات اور طاقتوں کی حدبندی کردی جاتی ہے۔ آسمان میں اور زمین میں ہر چیز کا یہی حال ہے۔ اس کو قانونِ قدرت کہا جاتا ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (الفرقان آیت ۴) یعنی اس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور اس کو ایک صورت دی۔ اس کی خصوصیات مقرر فرمائیں اور اس کو ایک حد کے اندر طاقت دی۔ وہ نہ ہی اس صورت کو چھوڑ سکتی ہے۔ نہ ہی ان خصوصیات سے الگ ہو سکتی ہے۔ ان خصوصیات میں اگر کوئی تبدیلی بھی ہوگی تو وہ بھی قانون کے تحت ہوگی۔ اور اس کی ساری طاقتیں ایک حد کے اندر رہیں گی۔

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں :-

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝
وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝
وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝
لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ
وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (یٰسٓ آیات ۳۸ تا ۴۱)

ترجمہ۔ اور ان کے لئے رات بھی ایک بڑا نشان ہے جس میں سے ہم کھینچ کر دن نکال لیتے ہیں جس کے بعد وہ اچانک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور سورج ایک مقررہ جگہ کی طرف چلا جارہا ہے۔ یہ غالب اور علم والے خدا کا مقرر کردہ قانون ہے۔ اور چاند کو دیکھو کہ ہم نے اس کے لئے بھی منزلیں مقرر کر چھوڑی ہیں یہاں تک کہ وہ ان منزلوں پر چلتے چلتے ایک پرانی شاخ کے مشابہ ہو کر پھر لوٹ آتا ہے۔ نہ تو سورج کی طاقت ہے کہ وہ اپنے سال کے دورہ میں کسی وقت چاند کے قریب جا پہنچے۔ (کیونکہ اگر ایسا ہو تو سارا نظام شمسی تباہ ہو جائے) اور نہ رات کو طاقت ہے کہ وہ مسابقت کرتے ہوئے دن کو پکڑ لے بلکہ یہ سب کے سب ایک مقررہ راستہ پر

نہایت سہولت سے چلتے چلے جاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کی اس نہایت اعلیٰ تقدیر کی وجہ سے قانونِ قدرت اٹل ہے۔ اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی لا تبدیل لخلق اللہ (روم آیت ۳۱) سے یہی مراد ہے۔ یعنی اللہ کی مخلوق میں سے ہر چیز ایک مقررہ صورت اور طریق پر ہے اور اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوگی۔ اس کا جو جو ردِّ عمل باقی چیزوں کے لحاظ سے مقرر کیا گیا ہے وہ ردِّ عمل ہمیشہ ظاہر ہوگا اس میں ذرہ بھر فرق نہیں ہوگا۔ قانونِ قدرت کا اس طور سے اٹل ہونا ہی تمام علوم کی بنیاد ہے یہ اللہ تعالےٰ کی تقدیر ہے۔ یہ اصول یہاں تک پختہ ہے کہ ایٹم کے اندر الیکٹران کی پروٹان کے گرد حرکت میں کبھی فرق نہیں آتا۔ اگرچہ الیکٹران اس قدر چھوٹا وجود ہے کہ اس کا قطر ایک انچ کا ایک نیلم حصہ ہے $\frac{1}{1,00,00,00,00,00,000}$ انچ اور رفتار بے حد تیز ہے۔ یعنی بیس ہزار میل فی سیکنڈ سے بھی زیادہ۔ اس تقدیر یا قدرتِ الٰہی کا صحیح احساس انسانی دماغ نہیں کر سکتا۔ پس تقدیرِ الٰہی کا ایک حصہ یہ ہے جو قانونِ قدرت کی شکل میں ہمارے سامنے ہر وقت ظاہر ہو رہا ہے اور یہ تقدیرِ عام ہے۔

(۲) تقدیرِ الٰہی کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق کے متعلق فیصلے فرماتا ہے اور اپنے احکام نافذ کرتا ہے اللہ تعالےٰ کی مخلوق میں انسان کو ایسا بنایا گیا ہے کہ وہ استطاعت علم اور قوتِ ارادی رکھتا ہے۔ یعنی سوچ سمجھ کر بعض کاموں کا کرنا یا نہ کرنا اس کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ ایک دائرہ کے اندر وہ صاحبِ اختیار ہے۔ اگرچہ ایک دوسرے دائرے میں وہ باقی چیزوں کی طرح مجبور اور بے اختیار ہے۔ اس کا جسم اور اس کی طاقتیں اسی طرح قوانین سے جکڑی ہوئی ہیں جس طرح باقی چیزوں کے جسم اور طاقتیں۔ ایک چیز البتہ اس کو باقی مخلوق سے ممیز کرنے والی ہے اور وہ اس کا ایک دائرے کے اندر صاحبِ اختیار ہونا ہے۔ اسی وجہ سے اس کی گردن پر شریعت کا جوا رکھا گیا ہے اور کسی جاندار یا غیر جاندار کے لئے شریعت یعنی اخلاقی اور روحانی احکام کی پابندی نہیں۔ گویا جسمانی احکام کی تعمیل میں تو سب یکساں ہیں لیکن انسان کے لئے اخلاقی اور روحانی ضابطہ بھی رکھا گیا ہے اور اس کی مرضی پر چھوڑا گیا ہے کہ وہ اس کی پابندی کرے یا نہ کرے۔ لیکن ہر دو صورتوں میں اس کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف سے الگ الگ معاملہ ہوگا۔ پابندی کی صورت میں اس کے لئے ایسی جزا رکھی گئی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی اور خلاف ورزی کی صورت میں اس کے لئے ایک ناقابلِ برداشت سزا اس کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا
وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔

یعنی ہم نے شریعت کی امانت کو (جس کے نتیجہ میں معرفت اور محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے) آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کی۔ لیکن انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے (یعنی ان میں اس پر عمل کرنے کے لئے قویٰ نہ تھے) اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ کیونکہ وہ اپنے نفس پر بہت سختی برداشت کر سکتا ہے

اور اللہ تعالےٰ رحمت میں باقی سب کچھ بھول سکتا ہے۔ انسان کے لئے ہی اپنے پیدا کرنے والے کی شناخت ممکن تھی اور کسی کے لئے ممکن نہ تھی۔ کیونکہ وہ ان قوتوں کے حامل نہیں ہیں جو انسان کو دیئے گئے ہیں گویا ایسے عمل کی صرف انسان کو طاقت ہے جس کا اچھا یا بُرا نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ نتیجہ اللہ تعالےٰ کے قانون کے تحت پیدا ہوتا ہے۔ یہ قانونِ شریعت کہلاتا ہے۔ یعنی شرعی احکام اور ان کی پابندی یا عدم پابندی کا نتیجہ ظاہر کیا جانا۔ یہ تقدیرِ الٰہی کا ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کا سلوک انسانی اعمال کے مطابق بدلتا رہتا ہے۔ جب انسان نیک عمل کرتا ہے تو اسے اچھی جزا ملتی ہے اور اللہ تعالےٰ اس کو اپنے قریب کر لیتا ہے اور جب وہ بُرا عمل کرتا ہے تو اسے اس کے مطابق سزا ملتی ہے اور وہ اللہ تعالےٰ سے دُور ہو جاتا ہے۔ یہ قانون بھی اٹل ہے اور اس کے اطلاق کے لئے اللہ تعالےٰ کی مختلف صفات کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ کبھی صفتِ رحم جوش میں آتی ہے کبھی صفتِ غفوریت اس کی کمزوری کو ڈھانپنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ کبھی صفتِ شدید البطش اس پر گرفت کر کے اسے عذاب میں گرفتار کر دیتی ہے۔ کبھی اس کے جذبِ دل پر نگاہ ڈالتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی صفت وَدُود اپنا کرشمہ دکھاتی ہے۔ کبھی اس کی جسمانی اور روحانی تربیت کے لئے اس کی ربوبیت اسے اپنے پروں کے نیچے لے لیتی ہے۔ کبھی اس کے بچانے کے لئے صفتِ حفیظ ظاہر ہو جاتی ہے۔ کبھی اس کے تھوڑے سے عمل کو نواز کر اسے آگے بڑھانے کے لئے صفتِ رحیمیت اس کی دستگیری کرتی ہے۔ کبھی اسے اپنی محبت میں گم دیکھ کر اس کے سئے اپنی لب کشائی کرتا ہے اور صفتِ مجیب الدعوات کے تحت اسے تسلی دیتا ہے۔ غرضیکہ تقدیرِ الٰہی کے اس حصے کے تحت اللہ تعالےٰ کی مختلف صفات کا اظہار اس کے عاجز بندوں کے لئے ہوتا ہے۔ جیسا کہ کارخانۂ قدرت چلانے کے لئے تقدیرِ عام کے تحت ان تمام صفات کا اظہار ہوتا ہے جو اس کے چلانے کے لئے ضروری ہیں۔

اس لحاظ سے کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت یا تقدیر ان دونوں پہلوؤں میں مختلف صفاتِ الٰہیہ کے اظہار کو چاہتی ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تقدیرِ اللہ تعالےٰ کی صفات کے اظہار کا نام ہے۔

اوپر تقدیرِ الٰہی کی دو قسموں کا ذکر آیا ہے۔ ایک تقدیرِ عام جو کارخانۂ عالم میں جاری ہے اور اس کو چلانے کا موجب ہے اسے ہم قدرت یا nature کا بھی کہتے ہیں اور جو قوانین اسے پابند کئے ہوئے ہیں ان کو قوانین قدرت (Laws of nature) کہتے ہیں۔ جو شروع سے لے کر آج تک غیر مبدل ہیں اور اسی وجہ سے علوم کی ترقی کا موجب ہوئے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو صرف انسان کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور وہ اس کو احکامِ شریعت کا پابند کرتی ہے۔ اور اس کی پابندی یا عدم پابندی کی اسے جزا یا سزا دیتی ہے اسے تقدیرِ شرعی کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ قانونِ قدرت کی طرح قانونِ شریعت کے ساتھ تعلق رکھنے والی صفاتِ الٰہیہ عین مقررہ طریق سے کام کرتی ہیں۔ جس طرح گندم سے گندم پیدا ہوتی ہے اور جو سے جو اسی طرح یہاں بھی ہر عمل ایک معین نتیجہ پیدا کرتا ہے

جو قلب کو روشن اور پاک کرکے اسے جنت میں لے جاتا ہے یا اسے سیاہ اور پلید کرکے دوزخ میں دھکیل دیتا ہے یہ دونوں تقدیریں جو کائناتِ عالم یا انسانی اعمال کے متعلق ظاہر ہوتی ہیں تقدیرِ عام ہوتی ہیں۔ یعنی عام حالات میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

(۳) تیسری تقدیر وہ ہے جو خاص طور پر ظاہر کی جاتی ہے اسے تقدیرِ خاص کہتے ہیں۔ اس تقدیر کے ساتھ عام قانون میں وقتی طور پر ایک تبدیلی کر دی جاتی ہے۔ یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی حرکت کرے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص سلوک کا مستحق ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ خاص سلوک کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ انسان بھی اپنے ساتھ خاص تعلق رکھنے والوں کے لئے خاص تعلق کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ قادرِ مطلق ہے اس لئے وہ اس اظہار کے لئے بعض دفعہ حسبِ ضرورت اپنے عام قانونِ قدرت میں تبدیلی بھی کر دیتا ہے۔ مثلاً آگ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا عام قانون یہی ہے کہ وہ جلاتی ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بت پرستوں نے کہا حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین کہ اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو ابراہیم (علیہ السلام) کو جلا دو اور اس طرح سے اپنے بتوں کی مدد کرو۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اس خاص بندے کی خاطر یہ حکم صادر فرمایا گیا۔ قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ یعنی ہم نے کہا اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کے لئے سلامتی بن جا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بچ گئے اور اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ وہاں سے ہجرت کرکے دوسری جگہ چلے گئے اور وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو برکت پر برکت دی اور آپ کی اولاد میں بھی سلسلۂ نبوت جاری کیا۔

اسی طرح سے حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے میں دعا کی کہ میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور بال سفید ہو گئے ہیں۔ اور میری عورت بانجھ ہے اور نبوت میں میرا اور آلِ یعقوب علیہ السلام کا کوئی وارث نہیں تو اپنے فضل سے مجھے صالح اولاد عطا کر تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میں تجھے یحییٰ دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے ان حالات میں وہ کیسے مل سکے گا تو جواب دیا۔ کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکَ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا۔ یعنی اسی طرح تیرے رب نے فیصلہ فرمایا ہے۔ اور یہ بات میرے لئے آسان ہے اور میں نے تجھے بھی تو پیدا کیا تھا۔ حالانکہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے عام قانون کو اپنے ایک صالح بندے کے لئے بدل دیا کہ بڑھاپے میں اس کی بیوی کے بانجھ پن کے باوجود اسے اولاد دی اور اولاد بھی ایسی جو اس کی صحیح جانشین ہوئی۔

اس تقدیرِ خاص جاری کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ خواص اشیاء میں تبدیلی کی جائے بلکہ یہ اس طور سے بھی ہو سکتی ہے کہ بعض دوسری اشیاء کے ذریعہ اس کے اثر کو زائل کر دیا جائے۔ مثلاً آگ کی خاصیت تو ہمیشہ جلانے کی رہے لیکن اس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے اندھیری چلا دی جائے جو اسے بجھا دے یا بے اثر کر دے چنانچہ حضرت مسیح

ابراہیم علیہ السلام والے واقعہ میں بعض نے یہی توجیہہ کی ہے۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسانی جسم میں کوئی ایسی عارضی تبدیلی کر دی جائے کہ وہ آگ کے اثر کو قبول نہ کرے۔ جس طرح بعض شعبدہ باز بھی اس قسم کے کرتب دکھاتے ہیں کہ وہ آگ پر سے گزر جاتے ہیں۔ اور آگ انہیں جلاتی نہیں۔ یہ جسم پر بعض چیزوں کے استعمال سے ہو سکتا ہے۔ گویا آگ کی خاصیت اپنی جگہ پر رہی۔ لیکن بعض دوسری چیزوں نے اسے اپنا اثر ظاہر کرنے سے باز رکھا۔

حضرت زکریا کے لئے جوان کی بیوی کا بانجھ پن دور کیا گیا۔ یہ علاج سے بھی دور ہو سکتا ہے جو یا تو خارجی طور پر دوائی کے استعمال سے ہو یا اندرونی طور پر کسی تغیر سے۔ درحقیقت دوائی بھی ایک تغیر پیدا کرنے کا ہی موجب ہوتی ہے۔ تو قدرت کے قوانین ایسے باریک در باریک ہیں کہ انسان انہیں سمجھ نہیں سکتا۔ اور جو کچھ خارق عادت نظر آتا ہے وہ بھی دراصل کسی قانون کے ماتحت ہوتا ہے جو ہماری سمجھ سے بالا ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ اس کو اپنے بندوں کی خاطر استعمال فرماتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالےٰ کی پہچان اور معرفت نہایت درجہ مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتی۔ بے شک کارخانہ عالم میں اس کی کامل قدرت کا اظہار اس کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور بڑی شدت سے کرتا ہے مگر وہ حتمی نہیں اور پورا اطمینان نہیں بخشتا۔ اس لئے کئی بڑے بڑے عقل مند جن کو عقل سلیم حاصل نہ تھی خدا کی شناخت سے محروم رہ گئے اور اس سے انکار کر بیٹھے۔ لیکن جب وہ اپنے عاجز بندوں کے لئے غیر معمولی تغیر پیدا کر کے اپنا خاص سلوک ظاہر کرتا ہے جس سے وہ مصیبتوں کے وقت میں بچائے جاتے ہیں اور بظاہر ناممکن حالات میں کامیاب کئے جاتے ہیں تو اس کے عاجز بندے اس کو دیکھ لیتے ہیں اور پہچان لیتے ہیں کہ یہی ہمارا رب اور ہمارا محسن ہے اور اس کی محبت ان کے دلوں میں بھڑکتی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہوتا ہے کہ وہ ان کی پکار کا جواب اپنے پیارے کلام سے دیتا ہے اور پھر اس جواب کے مطابق ان سے معاملہ کرتا ہے۔ تب انسانی قلب ایک ایسی تسلی پکڑتا ہے کہ جس سے بڑھ کر تسلی ممکن نہیں ہوتی اور وہ اپنے محبوب کو اپنے دل کے عرش پر بیٹھا ہوا پاتا ہے۔ اور ہر دم اس سے مسرور ہوتا ہے۔

غرضیکہ تقدیر خاص یعنی عام قانون سے ہٹ کر بندوں کے ساتھ معاملہ کرنا اس کے عاجز بندوں کے لئے سب سے بڑا سہارا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس کے نبیوں کے لئے جو دنیا میں بڑے زبردست انقلاب برپا کرنے کے لئے آتے ہیں اور دنیوی اسباب سے تہی ہوتے ہیں اپنے مقاصد میں کامیاب ہونا ممکن نہ ہوتا۔ ہمارے پیارے آقا حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیدائش سے ہی یتیم تھے۔ بچپن میں ہی ماں کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے۔ اس دنیا کے سامانوں میں سے کوئی بھی سامان آپ کو میسر نہ تھا۔ پڑھے لکھے بھی نہ تھے لیکن آپ کے سپرد یہ کام ہوا کہ آپ نے عرب سے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا سے بت پرستی کا قلع قمع کرنا ہے اور اس کی جگہ توحید الٰہی کو قائم کرنا ہے۔ گویا اتنا زبردست انقلاب پیدا کرنا ہے کہ انسانوں کے منہ ہر قسم کے بتوں سے ہٹ کر اپنے پیدا کرنے والے خدا کی طرف پھر جائیں اور وہ اپنے نفسوں سے دستکش ہو کر اپنے خدا کے ہو جائیں اور اس کے لئے اپنی زندگیاں بسر کریں۔ وہ سامنے نظر آنے والی اور حد درجہ اپنی طرف کھینچنے والی دنیا سے

الگ ہو کر اس کی نظروں سے اوجھل خدا کو اپنا محبوب بنالیں اور اس زندگی کے لئے ہی اپنی کوششیں صرف کریں جو صرف موت کے بعد ہی نظر آئے گی۔ یہ کس طرح ممکن ہوتا اگر خدا تعالےٰ قدم قدم پر آپ کو نہ تھامتا اور آپ کی غیر معمولی تائید اور نصرت نہ کرتا اور آپ کے لئے اسباب عادیہ کو نہ بدل ڈالتا اور ہر مرحلہ پر آپ کے لئے تقدیر خاص جاری نہ کرتا۔ بدر کے موقعہ پر آپ نے یہی دعا فرمائی کہ اے اللہ اگر اس وقت تو نے ہماری مدد نہ کی اور ہمارے بچاؤ کا سامان نہ کیا۔ تو دنیا میں تیرا نام لیوا کوئی نہ رہے گا۔ اس وقت وہ اللہ جو ہزاروں پردوں میں چھپا ہوا ہے نمودار ہوا اور اس نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا کہ دیکھو میرے بندے بہت کمزور ہیں وہ کفار کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تم ان کی طرف سے کفار کے ساتھ لڑو اور انہیں تباہ و ذلیل کرو۔ سو اس وقت وہ مٹھی بھر مومن ان کفار کے ساتھ کیا لڑے۔ خدا کے فرشتے زمین پر اترے اور انہوں نے کفار کی جڑیں کاٹیں انہوں نے مومنوں کے دلوں کو ایسا مضبوط کر دیا کہ ایک ایک مومن دس دس کافروں پر بھاری ہوگیا۔ ان کو گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار انسان نظر نہ آتے بلکہ موتیں نظر آئیں اور ان کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی گئی اور ان کی طاقت ختم کر دی گئی۔ اسی طرح جنگ احزاب کے موقعہ پر مسلمانوں نے مدینہ کے ارد گرد خندق کھود کر کفار کے حملہ سے بچاؤ کیا۔ لیکن یہاں کافی تھا۔ ان کی تعداد اور ان کا سامان مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھا۔ پھر اندرونی دشمن بھی موجود تھے یعنی یہود جو کفار کے ساتھ سازش کئے ہوئے تھے اور پیچھے سے مسلمانوں کی کمر میں خنجر گھونپنا چاہتے تھے۔ ان سب حالات کے باوجود ہوا کیا۔ وہ خدا پھر مدد کے لئے آیا۔ اس نے ایک معمولی سے واقعہ کے ساتھ دشمن کی فوج میں افراتفری ڈالدی جس سے وہ راتوں رات میدان صاف کر کے بھاگ گئے۔ رات کے وقت ہی اللہ تعالےٰ نے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ دشمن بھگا دیا گیا ہے۔ حضور نے اپنے قریب لیٹنے والوں کو آواز دی۔ صرف ایک صحابی ؓ نے جواب دیا۔ حضور نے پھر آواز دی۔ پھر اسی صحابی ؓ نے جواب دیا۔ پھر تیسری مرتبہ آپ نے آواز دی اور فرمایا کہ جاؤ دیکھو ہمارے خدا نے دشمن کو بھگا دیا ہے چنانچہ دیکھا گیا تو میدان خالی ہو چکا۔ حالانکہ صحابہ ؓ میں اس وقت سردی کے مارے اتنی بھی ہمت نہ تھی کہ آپ اپنے محبوب آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز کا جواب بھی دے سکتے۔ وہ آواز سُن بھی رہے تھے لیکن جواب کی ہمت نہ پاتے تھے۔ ادھر خدا تعالےٰ کا یہ فعل کہ کفار کو بھگا دینے کا خود ہی انتظام فرمادیا۔ کہتے ہیں یہ اس طرح ہوا کہ ایک رئیس کی آگ بجھ گئی۔ بُت پرست اسے بُری فال تصور کرتے تھے۔ چنانچہ اس رئیس نے ارادہ کیا کہ وہ آہستہ سے میدان جنگ سے چلا جائے۔ اس کو جاتے دیکھ کر ساتھ کے خیمے والے سمجھے کہ مسلمانوں نے رات کے اندھیرے میں حملہ کر دیا ہے اور وہ بھی پیچھے ہٹنے کے لئے حرکت کر گئے۔ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے سب کفار میں ہل چل مچ گئی۔ اور انہوں نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا اور سب میدان خالی ہوگیا۔ بظاہر کتنی چھوٹی سی بات تھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کو ان کی شکست کا موجب بنا دیا۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اللہ تعالےٰ کی تقدیر خاص ہمیں قدم قدم پر ظاہر

ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ گویا ساری زندگی ہی خوارق اور معجزات سے بھری ہوئی ہے۔ کیونکہ تقدیر خاص کا نام ہی خوارق اور معجزات ہے۔ اس میں اللہ تعالٰے کی طرف سے احکام جاری ہوتے ہیں کہ ہمارے مومن بندوں کے لئے اس طرح سے کیا جائے اور اسی طرح سے ہو جاتا ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ٥ (یٰسٓ)

تقدیر کی ان تینوں قسموں کے بیان کرنے کے بعد اس مسئلہ کے بارہ میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ تقدیر سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ اللہ تعالٰے نے ہمارے لئے آئندہ کے لئے سب کچھ مقرر کر چھوڑا ہے جس کے مطابق ہم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہر شخص کے لئے نیکی بھی اس کی طرف سے مقرر ہو چکی ہے اور بدی بھی۔ اور اس کے مطابق ہی انسان جنت اور دوزخ میں جائیں گے۔

یہ تقدیر الٰہی کا نہایت درجہ غلط مفہوم ہے جو سمجھا گیا ہے۔ تقدیر کے معنی قدرت نمائی کے علاوہ فیصلہ اور حکم کرنے کے بھی ہیں۔ جیسا کہ اوپر تفصیلاً ذکر آچکا ہے۔ لیکن یہ سب فیصلہ اور حکم کرنا انسانی اعمال کے نتیجہ کے طور پر ان کی جزا کے لئے ہے نہ یہ کہ فیصلہ اور حکم کے ذریعہ انسان کو کسی عمل پر مجبور کیا جاتا ہے تا وہ نتیجہ پیدا ہو۔ ان دونوں باتوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ اللہ تعالٰے کی تقدیر انسانی اعمال پر ان کے بدلہ کا حکم دیتی ہے اور انسان کے اعمال کے ساتھ ساتھ بدلتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جب انسان غیر معمولی طور پر خدا تعالٰے کی طرف جھکتا ہے تو اس کے ساتھ خدا تعالٰے کی طرف سے بھی غیر معمولی سلوک ہوتا ہے۔ لیکن یہ نہیں کہ خدا تعالٰے نے انسان کے لئے ایک چیز اپنی طرف سے مقرر فرما دی اور پھر اس کے پورا کرنے کے لئے اس کو عمل کرنا پڑا۔ اللہ تعالٰے خود فرماتے ہیں:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا (الدھر ۴)

یعنی ہم نے اس کو صحیح راستہ دکھا دیا اور اس کے بعد اس کو چھوڑ دیا کہ وہ شکر گزار ہو کر اس راستہ پر چل پڑے اور جنت میں چلا جائے۔ یا ناشکرا ہو کر اس سے ہٹ جائے اور جہنم کے لائق بن جائے۔ چنانچہ آگے ان دونوں قسم کے لوگوں کے لئے الگ الگ جزاؤں کا ذکر ہے۔ اگر اللہ تعالٰے خود ہی کسی انسان کے لئے برائی کا راستہ اختیار فرما دیتا تو یہ تو ظلم ہوتا کہ پھر اسے برائی کرنے پر جہنم میں ڈال دیتا۔ اللہ تعالٰے تو فرماتے ہیں وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ (مومن ۳۲) کہ اللہ تعالٰے کسی بندے کے ساتھ ظلم نہیں فرماتا۔ یہ اس کی شان سے بہت بعید ہے۔ اگر اللہ تعالٰے نے زبردستی کرنی ہوتی تو سب انسانوں کو ہدایت پر مجبور کرتا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا (رعد ۳۲) - وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى (انعام آیت ۳۵) کہ اگر اللہ تعالٰے چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لیکن وہ جبر سے نیک نہیں بناتا بلکہ ان کی مرضی پر چھوڑتا ہے۔ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (انعام ۱۵۰) وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (النحل ۱۰) وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا (سجدہ ۱۴)

درحقیقت انعام اور سزا کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ نیک بننا چاہے تو نیک بنے اور برائی کرنا چاہے تو برائی کرے۔

البتہ یہ درست ہے کہ اللہ تعالےٰ کو یہ پہلے سے علم ہے کہ اُس کے بندوں نے فلاں کام کرنا ہے اور فلاں نہیں کرنا۔ یہ اُس کی صفت علم کی وجہ سے ہے۔ ہمارے سامنے کوئی کام کیا جائے تو ہمیں اس کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے سامنے آئندہ کا زمانہ بھی بعینہٖ اسی طرح ہے جیسا کہ گزشتہ یا حال کا اور انسان آئندہ بھی جو جو کرے گا وہ سب اُس کے علم کامل میں ہے۔ اس کی شان ہے عالم الغیب والشھادۃ (رعد آیت ۱۹) کہ وہ غیب اور موجود دونوں کو جانتا ہے۔ مستقبل ہمارے لئے پردہ غیب میں ہے۔ اور ہمیں اُس کا کچھ بھی علم نہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ اسے بھی اسی طرح جانتا ہے جس طرح ماضی کو۔ لیکن جس طرح میرا آج کا علم میرے کل کے کاموں کا موجب یا محرک نہیں بنتا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کا یہ علم کہ اُس کا ایک بندہ آئندہ کیا کرنے والا ہے اُس بندہ کے کاموں کا موجب یا محرک نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کا یہ علم اُس وجہ سے ہے کہ اس کے بندہ نے یہ کام کرنے ہیں۔ اگر وہ ان کاموں میں تبدیلیاں کرتا جائے گا۔ تو اللہ تعالےٰ کو ان تبدیلیوں کا علم بھی ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کی باقی صفات کی طرح اُس کی عالم الغیب ہونے کی صفت بھی ایسی ہے جسے انسان سمجھ نہیں سکتا۔ یہ بھی انسان کی سمجھ میں کہاں آسکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی اُس ساری لاتعداد مخلوق کے ایک ایک ذرے کا علم رکھتا ہے جو آسمانوں میں نہ ختم ہونے والے فاصلوں پر موجود ہے یا زمین کی تاریکیوں میں چھپی ہوئی ہے۔ اور وہ ان سب پر متصرف ہے۔

اسی طرح اُس کی یہ صفت بھی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ مجھے تو علم نہیں کہ مَیں نے کل یا اگلے روز کیا کرنا ہے لیکن اللہ تعالےٰ اسے جانتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح مَیں اپنے کل کے کئے ہوئے کاموں کو جانتا ہوں۔ لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مَیں نے وہ کام کل اُس لئے کئے تھے کہ آج مجھے ان کا علم ہے اور اُس وجہ سے مَیں ان کے کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ مَیں نے یقیناً وہ اپنی مرضی سے کئے تھے۔

پس کسی کا یہ کہنا کہ مَیں اُس لئے بُرائی میں پھنس گیا کہ میری تقدیر میں یہی لکھا تھا غلط ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اپنے افعال پر اختیار دیا ہے۔ جیسے افعال ہم کرتے ہیں اُسی کے مطابق اللہ تعالےٰ سے بدلہ ہوگا اور یہ ہرگز درست نہیں کہ ہمیں بُرائی کے کرنے میں کوئی مجبوری تھی۔ صرف نفسانی لذات کو ہم اپنی مجبوری بنا لیتے ہیں۔ انسان اپنی تقدیر کو آپ لکھتا ہے۔ یعنی وہ جیسا عمل کرتا ہے اسی کے مطابق اُس کی تقدیر ہوتی ہے اچھی یا بُری۔ اور تقدیر سے مراد اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ہوتا ہے جو اُس عمل پر صادر ہوتا ہے۔

یتامیٰ کی پرورش اور ان کی خبرگیری

(مکرم مرزا اسلم حیات بیگ صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ لائلپور شہر)

موت کا کوئی وقت معین نہیں۔ اچانک دل کی حرکت بند ہو جاتی ہے یا کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے اور انسان آناً فاناً اس دارِ فانی سے کوچ کر جاتا ہے اور اس کے چھوٹے بچے بے یار و مددگار رہ جاتے ہیں اور اپنے والدین کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ ہر موقعہ پر انسان کی راہ نمائی کرتا ہے۔ یتامیٰ کی خبرگیری اور پرورش کے بارے میں قرآن کریم نے بعض ہدایات دی ہیں چنانچہ فرمایا

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (النساء آیت ۱۰)

جو لوگ ڈرتے ہوں کہ اگر وہ اپنے بعد کمزور اولاد چھوڑ گئے تو اس کا کیا بنے گا۔ ان کو دوسرے یتیموں کے متعلق بھی اللہ کے ڈر سے کام لینا چاہیئے اور چاہیئے کہ وہ صاف اور سیدھی بات کہیں جس میں کوئی پیچ یا اخفا نہ ہو۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یتامیٰ کی پرورش اور نگہداشت کے اہم فرائض کی طرف ان کے فطری جذبہ کو اپیل کرتے ہوئے توجہ دلائی۔ ہے فرماتا ہے کہ تم یہ پسند نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد تمہارے بچوں سے ناروا سلوک کیا جائے۔ یا ان کا مال غصب کر لیا جائے اور وہ دربدر ٹھوکریں کھائیں اور بھیک مانگتے پھریں اور جب تم دیکھتے ہو کہ فلاں شخص مر گیا اور اس کے بچے بھیک مانگتے پھر رہے ہیں۔ یا ان بچوں کو کسی نے ملازم رکھ لیا ہے تو وہ بات بات پر ان کو مارتا پیٹتا ہے، وہ روتے ہیں آہ و زاری کرتے ہیں۔ مگر ان کی آہ و زاری اس کے دل پر کوئی اثر نہیں کرتی۔ انکی زبوں حالی دیکھ کر تم گھبراتے ہو اور ڈرتے ہو کہ اگر میں مر گیا تو میرے بچوں کے ساتھ بھی لوگ یہی سلوک کریں گے اور تمہیں یہ خوف دامنگیر رہتا ہے۔ کہ میرے مرنے کے بعد میرے بچوں کا کیا بنے گا۔ ہم تمہیں اس خوف کو دور کرنے اور تمہارے بچوں کا مستقبل محفوظ کرنے کا ایک طریقہ بتاتے ہیں جو یہ ہے کہ تم کو دوسرے یتیم بچوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کام لینا چاہیئے اور ان سے سیدھی اور صاف بات کرنی چاہیئے اور ان سے فریب سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ جس طرح تم اپنے بچوں کے ساتھ صاف اور سیدھی بات کرتے ہو اور فریب سے کام نہیں لیتے۔ اس طرح یتیموں سے معاملہ کرنا

چاہئے اور جب تم ایسا کرو گے اور دیکھو گے کہ یتیم بچوں کی پرورش اور خبر گیری اسی طرح سے کی جا رہی ہے جس طرح تم اپنے بچوں کی کرتے ہو تو تمہارے دل سے خوف نکل جائے گا کہ تمہارے مرنے کے بعد تمہارے بچوں کا کیا بنے گا۔

سورہ الضحیٰ میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے یتیم پاکر اپنے سایہ میں جگہ نہیں دی۔ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ پس تو بھی یتیموں کو ابھارنے میں لگا رہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یتیم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے دادا اور ان کے بعد آپ کے چچا کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی۔ اور انہوں نے آپ کو اپنے بیٹوں سے بھی اچھا سمجھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسی طرح سے ایسی کوشش کرو کہ لوگ یتیموں کو عزیزوں اور قریبیوں کی طرح سمجھیں اور اپنے بیٹوں جیسا سلوک کریں اور ان سے ایسا برتاؤ نہ کریں کہ وہ سمجھیں کہ ہم لوگوں کے صدقوں پر پل رہے ہیں جس سے ان کی ہمتیں ٹوٹ جائیں اور ان کے احساسات کو صدمہ پہنچے بلکہ ان سے ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ ان کے احساسات اور ہمتیں بلند ہوتی رہیں۔ اور وہ قوم کا ایک مفید وجود بن جائیں۔

قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی، قُلْ اِصْلَاحٌ لَّھُمْ خَیْرٌ، وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ، وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ، وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَعْنَتَکُمْ، اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (البقرہ ۲۲۱)

اور یہ لوگ یتامیٰ کے بارہ میں تجھ سے پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ ان کی اصلاح بہت اچھا کام ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے کے مقابلہ میں خوب جانتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ اللہ یقیناً غالب اور حکمت والا ہے۔

اس میں فرمایا کہ یتیموں کی اصلاح اور ترقی کو مدنظر رکھنا بڑا اچھا کام ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ تمہارے بھائی ہیں اور بھائیوں سے مل کر رہنا اور نیک سلوک کرنا بڑی اچھی بات ہے۔ یتامیٰ کے بارے میں افراط اور تفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ یا تو ان پر حد سے زیادہ سختی کی جاتی ہے بات بات پر ڈانٹ ڈپٹ۔ یا پھر حد سے زیادہ پیار کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ بگڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ نہ ان سے حد سے زیادہ سختی سے کام لینا چاہیئے اور نہ اتنا پیار کہ خواہ وہ کچھ کرتے پھریں۔ یہ کہہ دیا جائے کہ ان سے کچھ نہ کہو ان کا باپ مرا ہوا ہے۔ اس طرح سے جو بچے یتیم رہ جاتے ہیں۔ وہ بگڑ جاتے ہیں اور ان کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے

قرآن کریم کہتا ہے کہ تم ان کی ہر بات میں اصلاح کو مدنظر رکھو اور درمیانی راہ اختیار کرو۔ جہاں سختی کرنے سے ان کی اصلاح ہو سکتی ہو وہاں سختی سے کام لو اور جہاں نرمی کرنے سے ان کی اصلاح ہو سکتی ہو وہاں نرمی برتی جائے۔ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ میں فرمایا۔ اگر تم ان سے مل جل کر رہو۔ یعنی اپنے کاموں میں ان کو شریک کرلو مثلاً تجارت وغیرہ میں تو تم ایسا کر سکتے ہو کیونکہ وہ آخر تمہارے بھائی ہیں۔ بھائی کہہ کر توجہ دلائی ہے کہ تمہیں یتیموں سے اسی طرح سلوک کرنا چاہیئے جیسا کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے کرتا ہے۔ بڑا بھائی جس کے سپرد چھوٹے بھائیوں کی نگرانی ہوتی ہے وہ ان کے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ انہیں کھلاتا پلاتا ہے اور بڑے ہونے پر ان کا مال ان کے حوالے کر دیتا ہے نیز جس طرح بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے کچھ لینے کی امید نہیں رکھتا بلکہ ان پر اپنے پاس سے خرچ کرتا ہے۔ اس طرح تم ان سے کچھ لینے کی امید نہ رکھو بلکہ اپنے پاس سے بھی ان کو کچھ دینا چاہیئے۔ اور ان سے وہی معاملہ ہونا چاہیئے جو بھائیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

بعض دفعہ لوگوں کے سامنے دکھاوے کے طور پر یتیموں سے ظاہر میں اچھا سلوک کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں ان سے ایسا نہیں کیا جا رہا ہوتا۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یاد رکھو وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ کہ اگر تم ظاہر میں مصلح بن کر فساد کی صورت پیدا کرو گے اور یتامیٰ کے ساتھ ناروا سلوک کرو گے۔ انہیں دکھ اور تکلیف پہنچاؤ گے یا ناواجب پیار کر کے ان کی عادتیں بگاڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ جو حاضر و ناظر ہے اور ظاہر اور باطن کو جاننے والا ہے اس کے سامنے تم کو جواب دہ ہونا ہوگا اور تم اس کے مواخذہ سے بچ نہ سکو گے۔ اس کے بعد یتامیٰ کی خبر گیری اور پرورش کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ بات معمولی نہ سمجھو۔ یہ ایسا اہم فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اگر چاہتا تو حکم دے دیتا کہ یتامیٰ کا مال بھی الگ رکھو اور ان کا خرچ بھی برداشت کرو۔ لیکن اس نے تم پر رحم سے کام لیا ہے۔ اور تمہاری سہولت کو مدنظر رکھ کر ایسا نہیں کیا۔ لیکن اس کا یہ نتیجہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ تم یتامیٰ کی پرورش اور تربیت کا خیال نہ رکھو یا ان کے مال غصب کرنے کی کوشش کرو۔

آخر میں فرمایا کہ یاد رہے اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ کہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔ یتیم میں طاقت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے حقوق دوسروں سے لے سکے۔ اس کے متعلق فرمایا کہ اگر یتیم عزیز یعنی غالب نہیں مگر اللہ تعالیٰ تو غالب ہے۔ جس طرح تم یتیم پر غالب ہو تمہارے اوپر بھی کوئی غالب ہستی ہے۔ اگر تم اس کے حقوق تلف کرو گے یا ناجائز سختی اور دباؤ سے کام لوگے یا اس کا مال کھاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پکڑے گا۔ حکیم کہہ کر اس طرف توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے تمہیں بھی حکمت سے کام لینا چاہیئے اور جس بات میں یتیم کا فائدہ ہو وہی اختیار کرنی چاہیئے۔ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں یتامیٰ کی خبر گیری کے بارہ میں بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے یتامیٰ کی صحیح طور پر پرورش اور تربیت ہو سکتی ہے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ یتامیٰ کے اموال کو کسی نہ کسی بہانہ سے غصب کرنے کی کوشش کرتے ہیں. اور ان کو ان کے اموال سے محروم کر کے دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے. بعض دفعہ یتیم کے اموال اس کی جان کے لئے وبال بن جاتے ہیں اور قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ بالعموم یتیموں کی جائداد کی حفاظت اور انتظام کے لئے گورنمنٹ نے کورٹ آف وارڈ کا قانون بنایا ہوا ہے۔ اس کے باوجود لوگ یتیم کے مال اور جائداد کو نقصان پہنچانے کا کوئی نہ کوئی طریق نکال لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے. وہ جانتا ہے کہ مالی انسان کی بڑی کمزوری ہے۔ اس نے یتیم کے مال کی حفاظت کے لئے جو کورٹ آف وارڈ بنایا ہے. وہ ایسا جامع اور اکمل ہے کہ اس پر عمل پیرا ہونے سے یتیم کی جان اور مال دونوں محفوظ ہو جاتے ہیں چنانچہ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۵)

تم اس طریق کے سوا جو یتیم کے حق میں زیادہ اچھا ہو کسی اور طریق پر یتیم کے مال کے پاس تک بھی نہ پھٹکو یہاں تک کہ وہ اپنی مضبوطی کی عمر کو پہنچ جائیں۔

یہاں حکم دیا ہے کہ یتامیٰ کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ۔ صرف ایک طریق یتیم کے مال پر تصرف کرنے کا ہے کہ اس سے بہتر نتیجہ پیدا کیا جاوے۔ صرف یہی نہیں کہ یتیم کے مال کو ناجائز طریق پر استعمال نہ کیا جاوے۔ بلکہ ان کو اس طرح استعمال کرو کہ وہ مال بڑھیں اور یتیموں کا فائدہ ہو۔ نیز ان کے اموال کی حفاظت اس وقت تک کی جاوے جب تک وہ عقل کی اس حد تک نہ پہنچ جائیں کہ وہ خود اپنے مال کو سنبھال سکیں۔ درمیان ہی میں اس کی حفاظت نہیں چھوڑنی چاہیئے۔ اس آیت میں اسلامی نظام کا ایک ایسا حکم بیان کیا گیا ہے جس میں اسلام دوسرے مذاہب سے ممتاز اور منفرد ہے۔ یتیموں سے حسن سلوک کا حکم تو دوسرے مذاہب میں بھی ملتا ہے۔ لیکن یہ حکم کہ ان کے اموال کی حفاظت کرو اور ان کو بڑھانے کی کوشش کرو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا ہے۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا (النساء آیت ۳)

یتیموں کو ان کے اموال دے دو اور پاک مال کے بدلہ میں ناپاک مال نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں سے ملا کر نہ کھاؤ۔ یہ یقیناً بڑا گناہ ہے.

اس میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یتیموں کے اموال ان کے بالغ ہونے پر ان کے سپرد کر دینے چاہئیں اور ان کے مالوں میں ناجائز تصرف نہیں کرنا چاہیئے اور اگر تم ان کے مال غصب کرو گے تو تم ایک بڑے گناہ کے مرتکب

ہوگے تمہیں اس سے بچنا چاہیئے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ
فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۔ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى
اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ
وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ
وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ
فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (النساء آیت ۶،۷)

اور ناسمجھوں کو اپنے مال جنہیں اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے سہارا یعنی نگران بنایا ہے نہ دو اور ان میں سے انہیں کھلاؤ اور انہیں پہناؤ اور انہیں مناسب اور اچھی بات کہو اور یتیموں کی آزمائش اس وقت تک کرتے رہو جب تک کہ وہ شادی کی عمر کو نہ پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم ان میں سمجھ کے آثار دیکھو تو ان کے مال ان کو واپس دے دو۔ اور ان کے جوان ہوجانے کے خوف سے ان کے مالوں کو ناجائز طور پر جلدی جلدی نہ کھا جاؤ اور جو کوئی مالدار ہو اسے چاہیئے کہ اس مال کے اجتناب سے کلی طور پر اجتناب کرے۔ لیکن جو نادار ہو وہ مناسب طور پر اس مال میں سے کھائے۔ پھر جب تم انہیں ان کے مال واپس دو تو یتامیٰ کے روبرو گواہ مقرر کرلو۔ اور اللہ تعالےٰ حساب لینے کے لحاظ سے اکیلا ہی کافی ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے مندرجہ ذیل ہدایات فرمائی ہیں۔ (۱) جب یتیم بالغ اور اپنے اموال کی حفاظت کے قابل ہوجائے تو اس کا مال اس کے سپرد کردو (۲) جب تک یتیم بالغ نہیں ہوتا۔ اس وقت تک اس کے کھانے پینے کپڑے وغیرہ کے اخراجات اس کے مال سے برداشت کرسکتے ہو (۳) اس کے مال کے خرچ کرنے میں اسراف سے کام نہ لو۔ (۴) اس خیال سے کہ یتیم بڑا ہوکر اپنی جائداد واپس لے لے گا۔ تمہیں اس کو خرد برد کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے (۵) جو نگران مالدار ہو اسے یتیم کے مال سے اپنے خرچ کے لئے کچھ نہیں لینا چاہیئے (۶) ایسا نگران جو مفلس ہے اسے اجازت ہے کہ مناسب طریق پر اپنے خرچ کے لئے کچھ لے لے۔ لیکن اس میں یہ پابندی لگائی ہے کہ معروف طریق پر یعنی اس میں اسراف نہ ہو (۷) جب تم یتیم کو اس کے اموال سپرد کرنے لگو۔ تو گواہوں کی موجودگی میں اس کے سپرد کرو تاکہ بعد میں جھگڑا پیدا نہ ہو۔ اور آخر میں فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ یتیم تم سے کوئی مواخذہ نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالےٰ کے سامنے تم جوابدہ ہو۔ اور وہ مواخذہ کرسکتا ہے۔ اس لئے تمہیں یتیموں سے معاملہ کرتے ہوئے یہ امر سامنے رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کو حساب دینا ہوگا۔

یہ حکم تو ان یتیموں کے بارے میں ہے جو مالدار ہوں۔ لیکن ایسے یتیم بھی ہوتے ہیں جن کے والدین کوئی مال نہیں

چھوڑ جاتے۔ ان پر اپنے پاس سے خرچ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر قرآن کریم میں متعدد بار ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (البقرہ آیت ۲۱۶)

وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو کہہ دے کہ جو اچھا مال تم دو۔ تمہارے والدین قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا پہلا حق ہے۔

اسی طرح سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (سورہ البقرہ آیت ۱۷۸)

تمہارا مشرق اور مغرب کی طرف منہ پھیرنا کوئی بڑی نیکی نہیں ہے۔ لیکن کامل نیک وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت ملائکہ۔ الہٰی کتاب اور سب نبیوں پر ایمان لایا اور اللہ کی محبت کی وجہ سے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو نیز غلاموں کی آزادی کے لئے اپنا مال دیا۔

سورۃ الدھر میں فرمایا۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر آیت ۹)

اور خدا کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نادار یتیموں پر اپنے پاس سے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ یتیموں پر کوئی احسان نہیں یہ تمہارا قومی فرض ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر عائد کیا ہے۔ اسلام نے یتامیٰ کے حقوق کی حفاظت کے لئے خاص طور پر زور دیا ہے۔ شریعت نے مرد کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ چونکہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت ان کی ولی کی عدم موجودگی کی وجہ سے اچھی طرح نہیں ہو سکتی تھی اور بے انصافی کا ڈر تھا۔ اس لئے فرمایا کہ یتیم عورتوں سے ایک سے زیادہ شادیاں کرنی اچھی نہیں۔ چنانچہ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مَثْنٰى وَثُلٰثَ

وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا (النساء آیت ۴)

اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو جو صورت تمہیں پسند ہو وہ کرلو یعنی غیر یتیم عورتوں میں سے دو دو تین تین اور چار چار سے نکاح کرلو۔ لیکن اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو ایک عورت سے یا ان لونڈیوں سے جو تمہارے ہاتھوں میں ہیں نکاح کرو یہ طریق اس بات کے بہت قریب ہے کہ تم ظالم نہ ہو جاؤ۔

یتامیٰ کی خبرگیری اور پرورش کرنا بظاہر انسانی ہمدردی کا ایک دینی کام معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قومی ترقی اور تنزل کے ساتھ اس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ دنیا میں کوئی قوم قربانی کے بغیر ترقی نہیں کرسکتی۔ بڑے سے بڑے کام قربانی چاہتے ہیں اور جب تک بڑی بڑی قربانیاں نہ ہوں اس وقت تک بڑے بڑے کام نہیں ہوسکتے بڑی قربانیاں دو قسم کی ہوتی ہیں مالی یا جانی۔ انسان اپنے لئے تو تکلیف برداشت کرلیتا ہے۔ لیکن جب اسے خیال آتا ہے کہ میرے بعد میرے بچوں کا کیا بنے گا تو وہ قربانی سے ڈرنے لگتا ہے۔ اگر کسی قوم میں یتامیٰ کی خبرگیری پوری طرح پائی جاتی ہو تو یہ ممکن ہی نہیں کہ جانی اور مالی قربانیوں کے وقت اس قوم کا ایک فرد بھی پیچھے رہے اور اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش نہ کرے۔ اگر لوگ روزانہ اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھیں کہ فلاں شخص مر گیا تو اس کے یتیم بچوں کو فلاں امیر لے گیا اور اس نے اپنے بچوں کی طرح اپنے گھر میں رکھ لیا ہے۔ اور وہ اپنے بچوں اور ان میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ وہ انہیں تعلیم دلا رہا ہے۔ انہیں اچھے سے اچھا کھانا کھلا رہا ہے۔ انہیں اچھے سے اچھا لباس پہنا رہا ہے۔ تو جب قربانی کا سوال پیدا ہوگا۔ ہر شخص آگے بڑھے گا اور کہے گا کہ جان بھی چلی جائے تو کوئی پروا نہیں۔ میں مرگیا تو میرے بعد میری قوم میرے بچوں کی نگران اور کفیل ہوگی۔ اور مجھ سے زیادہ بہتر طور پر ان کی تربیت کا فریضہ سرانجام دے گی۔ جب یہ صورتِ حال پیدا ہو جائے تو پھر اس قوم کا ہر فرد بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور ایسی قوم کبھی مٹ نہیں سکتی۔ لیکن اس کے برعکس اگر قوم یتیم بچوں کی نگرانی اور تربیت سے اعراض کرے اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو تو ہر شخص جان کی قربانی سے گھبرائے گا اور بچنے کی کوشش کرے گا۔ اسی طرح جب مالی قربانی کا وقت آئے گا تو اسے اپنے بچوں کی پرورش کا خیال روپیہ کو قوم کے لئے بلا دریغ خرچ کرنے نہیں دے گا۔ اور اس طرح سے مالی اور جانی قربانیاں پیش نہیں کرسکے گا۔ جس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی بلکہ تباہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کفار کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ کَلَّا بَلْ لَّا تُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ (الفجر آیت ۱۸) یوں ہرگز نہیں بلکہ تم قصوروار ہو کہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ یہاں پر اللہ تعالےٰ نے کفار کی تباہی کا ایک بڑا سبب یتامیٰ کی خبرگیری نہ کرنا اور سوسائٹی میں ان کو عزت کا مقام نہ دینا بیان کیا ہے۔ قرآن کریم صرف یتامیٰ کو کھانا کھلانا

ضروری نہیں سمجھتا بلکہ فرماتا ہے کہ قومی ترقی کے لئے یہ نہایت ضروری امر ہے کہ یتیم کو عزت سے رکھا جائے۔ اگر یتامیٰ کا اکرام قوم میں نہیں پایا جاتا تو کوئی شخص بھی جانی اور مالی قربانی کے لئے آگے نہیں آئے گا۔ لیکن اگر وہ جانتا ہو کہ میری زندگی اور میری موت میرے بچوں کی پرورش کے لحاظ سے یکساں ہے تو وہ خوشی سے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کردے گا اور جب کسی قوم میں قربانی کا جذبہ پیدا ہو جائے تو وہ روزافزوں ترقی کرتی چلی جائے گی اور اس کے افراد نہ صرف اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور برکتوں سے متمتع ہوں گے بلکہ آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یتامیٰ کی خبرگیری اور پرورش کرنے والوں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ (ترمذی) میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے جس طرح کہ یہ میری دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی بشارت ہے۔ جسے جنت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل ہو جائے۔ اسے اور کیا چاہیئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر فرد کو اپنے فضل و رحم کے ساتھ یتامیٰ کی خبرگیری اور پرورش کے فرائض کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللّٰھم آمین

خاتمہ بالخیر چاہیئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"یہ بڑی بات ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو کسی نے نوح علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ آپ تو قریب ایک ہزار سال کے دنیا میں رہ کے آئے ہیں تبلائیے کیا کچھ دیکھا۔ نوحؑ نے جواب دیا کہ یہ حال معلوم ہوا ہے جیسے ایک دروازے سے آئے دوسرے سے چلے گئے۔ تو عمر کا کیا ہے لمبی ہوئی تو کیا تھوڑی ہوئی تو کیا خاتمہ بالخیر چاہیئے۔" (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۶)

انصار اللہ
کا
عہد

ہمارے سالانہ اجتماع اکتوبر ۱۹۵۶ء کے موقعہ پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے انصار اللہ کے لئے مندرجہ ذیل عہد منظور فرمایا۔ سب مجالس اپنے اجتماعات میں اسے بالالتزام دہرایا کریں۔ قائد عمومی)

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کیلئے انشاء اللہ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔"

ربوہ میں مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے ۱۷ ویں سالانہ اجتماع کا

پروگرام

۱۷ نبوت ۱۳۵۱ ہش / نومبر ۱۹۷۲ء بروز جمعۃ المبارک

اجلاس اول

بعد دوپہر		
۳۰-۳ تا ۴۰-۳	تلاوت قرآن کریم	مکرم قاری محمد عاشق صاحب
۴۰-۳	دعا، عہد و افتتاحی خطاب	حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں درخواست کی جائے گی
۴۵ منٹ	تفریحی و ورزشی مقابلہ جات	
	وقفہ برائے نماز مغرب و عشاء و طعام	

اجلاس دوم

۰۰-۷ تا ۵-۷	تلاوت قرآن کریم	مکرم حافظ مسعود احمد صاحب
۵-۷ تا ۱۰-۸	سالانہ رپورٹ کارگزاری	قائدین کرام مرکزیہ
۱۰-۸ تا ۲۰-۸	درس قرآن کریم	مکرم مولانا ابو العطاء صاحب
۲۰-۸ تا ۳۰-۸	درس حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم	مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب
۳۰-۸ تا ۳۰-۹	انتخاب صدر	

شب بخیر

۱۸ نبوت ۱۳۵۱ ہش / نومبر ۱۹۷۲ء بروز ہفتہ

اجلاسِ اوّل

صبح		
۰۰-۵ تا ۳۰-۵	نماز تہجد	
۳۰-۵ تا ۵-۶	نماز فجر	
۵-۶ تا ۲۰-۶	درس قرآن کریم	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب

۲۰-۶ تا ۲۰--۷	**سیرۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم**	
۱۵ منٹ	جرأت و بہادری	مکرم میر محمود احمد صاحب ناصر
"	توکل علی اللہ	مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب
"	بچوں کے ساتھ شفقت	مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر
"	بیوی سے حسن سلوک	مکرم مولوی عبدالمجید صاحب کراچی
۲۰-۷ تا ۴۵--۸	ناشتہ وغیرہ	

اجلاس دوم

۴۵-۸ تا ۵۲-۸	تلاوت قرآن کریم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۵۲-۸ تا ۰۰-۹	نظم	مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب
۰۰--۹ تا ۱۵-۹	درس قرآن کریم	مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
۱۵-۹ تا ۳۰-۹	**سیرۃ صحابہ کرامؓ**	
۱۵ منٹ	حضرت ابوبکرؓ "شانِ صدیقیت"	مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب
"	حضرت عمرؓ "شانِ فاروقیت"	مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب
"	حضرت عثمانؓ "شانِ استقامت"	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
"	حضرت علیؓ "علمی خدمات"	مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری
"	حضرت ابوہریرہؓ "جمع حدیث"	مکرم غلام باری صاحب سیف
۳۰-۱۰ تا ۴۵--۱۰	مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی ضرورت و اہمیت	مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد
۴۵-۱۰ تا ۰۰--۱۱	وقفہ عارضی	مکرم عبداللطیف صاحب ستکوہی
۰۰--۱۱ تا ۰۰--۱۲	انعامی تقریری مقابلہ	

عنوانات:-

۱۔ خلیفہ خدا بناتا ہے۔

۲۔ نماز باجماعت کی اہمیت

۳۔ تبلیغ کا بہترین طریق اور میرا تجربہ

۴۔ خلافت ثالثہ کی تحریک "تعلیم القرآن"

منصفین

مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب

مکرم چوہدری احمد مختار صاحب

نسیم سیفی

نوٹ:- مقرر کسی ایک موضوع پر اظہارِ خیال کرے گا۔

وقت	پروگرام	نام
۱۲-۰۰ تا ۱۲-۱۰	نظم	مکرم محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی
۱۲-۱۰ تا ۲-۰۰	نماز ظہر و عصر و طعام	

اجلاس سوم

وقت	پروگرام	نام
۲-۰۰ تا ۲-۵	تلاوت قرآن کریم	مکرم قریشی عبدالرحمن صاحب
۲-۵ تا ۲-۱۵	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۲-۱۵ تا ۲-۳۰	درس قرآن کریم (عہد کی پابندی)	مکرم مولوی نذیر احمد صاحب مبشر
۲-۳۰ تا ۲-۴۵	درس ملفوظات ۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا غیر از جماعت سے حسن سلوک	مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب
۲-۴۵ تا ۳-۰۰	۲۔ تربیت اولاد	نسیم سیفی
۳-۰۰ تا ۳-۴۵	سوال و جواب نوٹ: سوالات افتاء، قضا یا سیاسیات سے متعلق نہ ہوں گے۔	مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب

سیرۃ صحابہ حضرت مسیح موعودؑ

وقت	پروگرام	نام
۳-۴۵ تا ۴-۰۰	۱۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ	مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی
۴-۰۰ تا ۴-۱۵	۲۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ	مکرم سید احمد علی شاہ صاحب
۴-۱۵ تا ۵-۰۰	اجلاس ناظمین اعلیٰ / ناظمین اضلاع / مجلس انصاراللہ مرکزیہ	
	ورزشی مقابلہ جات	
	وقفہ برائے نماز مغرب و عشاء و طعام	

اجلاس چہارم

وقت	پروگرام	نام
۷-۳۰ تا ۷-۳۵	تلاوت قرآن کریم	مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
۷-۳۵ تا ۷-۴۵	نظم (عربی)	مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر
۷-۴۵ تا اختتام	ایجنڈا شوریٰ	

شب بخیر

۱۹ نبوت ۱۳۵۱ ہش / نومبر ۱۹۷۲ء بروز اتوار

اجلاس اول

۵-۰۰ تا ۵-۳۰	نماز تہجد	
۵-۳۰ تا ۶-۵	نماز فجر	
۶-۵ تا ۶-۲۰	درس قرآن کریم	مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب
۶-۲۰ تا ۶-۳۵	درس حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم	مکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب
۶-۳۵ تا ۶-۵۰	تسبیح وتحمید کی اہمیت	مکرم ملک سیف الرحمن صاحب
۶-۵۰ تا ۷-۵	پنج وقتہ نماز کا التزام	مکرم پروفیسر بشارت الرحمن صاحب
۷-۵ تا ۷-۳۵	ذکر حبیب علیہ السلام	انتظام بذمہ پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب ہوگا
۷-۳۵ تا ۸-۴۵	وقفہ برائے ناشتہ	

اجلاس دوم

۸-۴۵ تا ۸-۵۲	تلاوت قرآن کریم	مکرم حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب
۸-۵۲ تا ۹-۰۰	نظم	مکرم قریشی عبدالرحمن صاحب
۹-۰۰ تا ۹-۱۵	انصار اللہ کی ذمہ داریاں	مکرم میاں محمود احمد صاحب پشاور
۹-۱۵ تا ۱۰-۱۰	سوال وجواب نوٹ:۔ سوالات افتاء، قضا یا سیاسیات سے متعلق نہ ہوں گے	مکرم پروفیسر بشارت الرحمن صاحب مکرم ملک سیف الرحمن صاحب مکرم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب جواب دیں گے
۱۰-۱۰ تا ۱۰-۲۵	تبلیغ کی اہمیت	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
۱۰-۲۵ تا ۱۰-۳۵	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۱۰-۳۵ تا ۱۱-۱۰	خطاب	محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس
۱۱-۱۰ تا ۱۱-۲۰	نظم	مکرم نثار احمد صاحب فاروقی
۱۱-۲۰ تا	تقسیم انعامات و اسناد خوشنودی و اختتامی خطاب عہد و دعا	سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں درخواست کی جائیگی۔

خاکسار:۔ نسیم سیفی قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

امتحان انصار اللہ

مجالس انصار اللہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ انصار اللہ کا تیسرا امتحان ۸ر فتح ۱۳۵۱ھش (۸ر دسمبر ۱۹۷۲ء) برائے ربوہ اور ۱۰ر فتح ۱۳۵۱ھش (۱۰ر دسمبر ۱۹۷۲ء) کو برائے بیرونجات منعقد ہو رہا ہے۔ امتحان انصار اللہ کے لئے نصاب درج ذیل ہوگا۔ ازراہِ کرم اراکین انصار اللہ ابھی سے اس کے مطابق تیاری شروع فرما دیں۔ اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں امتحان میں شامل ہوں
جزاکم اللہ

۱۔ قرآن کریم کا ترجمہ پارہ ۱۳ ربع چہارم
۲۔ رسالہ الوصیۃ

معیار دوم کے لئے قرآن کریم کے ترجمہ کی بجائے ناظرہ سنا جائے گا۔ باقی حصہ نصاب وہی ہوگا جو معیار اول کے لئے ہے۔ البتہ ان کا امتحان مقامی طور پر حسب سابق لیا جائے گا اور نتیجہ کی اطلاع مرکز کو بھجوائی جائے گی۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

انصار اللہ اپنے کام کی نگرانی کریں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"ضرورت اس بات کی ہے کہ انصار اللہ خصوصیت کے ساتھ اپنے کام کی عمدگی کے ساتھ نگرانی کریں تاکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر ان کا کام نمایاں ہو کر لوگوں کے سامنے آجائے اور وہ محسوس کرنے لگ جائیں کہ یہ ایک زندہ اور کام کرنے والی جماعت ہے۔"

(قائد عمومی انصار اللہ مرکزیہ)

انصار اللہ کا بنیادی نصاب

گزشتہ سال مجلس شوریٰ کی قائم کردہ سب کمیٹی میں یہ فیصلہ ہُوا تھا کہ اراکین انصار اللہ کے لئے ایک ایسا بنیادی نصاب تیار کرایا جائے جس میں نماز کا ترجمہ روزمرہ کے فقہی مسائل۔ بدرسومات کے بارے میں ہدایت۔ اختلافی مسائل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین کے موٹے موٹے تاریخی حالات شامل ہوں۔ یہ بھی فیصلہ ہُوا تھا کہ ہر رکن کے لئے اس نصاب پر عبور حاصل کرنا لازمی ہوگا۔ نیز ناظمین اضلاع اس بات کے ذمہ دار ہوں گے کہ ان کے حلقہ میں ماتحت مجالس اس نصاب کی تیاری خاطر خواہ رنگ میں کروا رہی ہیں۔

اس نصاب کی روشنی میں ایک رسالہ طبع کروایا گیا ہے جو کتابی سائز کے ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی طباعت اور تیاری پر ایک روپیہ پچیس پیسے فی نسخہ لاگت آئی ہے۔ اسی قیمت پر یہ مجلس کو مہیا کیا جا رہا ہے۔ رسالہ چونکہ محدود تعداد میں طبع کرایا ہے اس لئے تمام زعماء مجالس، زعماء اعلیٰ اور ناظمین اضلاع سے گزارش ہے کہ وہ جلد اپنی ضرورت سے مرکز کو مطلع کریں۔ تاکہ رسالہ ارسال کیا جا سکے ٭

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

حُبّ الوطنی کا تقاضا

اپنے وطنِ عزیز پاکستان کو مضبوط بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر پاکستانی خدمتِ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو جائے۔ اس اہم کام کو جلد از جلد مکمل کرنا مجلس انصار اللہ کے ہر رکن کا فرض ہے ٭

(قیادت اصلاح و ارشاد مرکزیہ)

ذکرالٰہی کے ترک اور اس سے غفلت کا نام کفر ہے
خدا کی یاد میں ہر وقت دل کو لگا رہنا چاہیئے

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں :

”قرآن شریف میں ہے اذکرونی اذکرکم و اشکروالی و لا تکفرون یعنی اے میرے بندو! تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو ، میں بھی تم کو نہ بھولوں گا ، تمہارا خیال رکھوں گا ، اور میرا شکر کرو اور میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو ۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی کے ترک اور اس سے غفلت کا نام کفر ہے ۔ پس جو دم غافل وہ دم کافر والی بات ہے ۔ یہ پانچ وقت تو خدا تعالی نے بطور نمونہ کے مقرر فرمائے ہیں ورنہ خدا کی یاد میں تو ہر وقت دل کو لگا رہنا چاہیئے اور کبھی کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہیئے ۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اسی کی یاد میں غرق ہونا بھی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان اس سے انسان کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے اور خدا تعالی پر کسی طرح کی امید اور بھروسہ کرنے کا حق رکھ سکتا ہے ۔

اصل میں قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہنچنا ہے تو اس کے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ جتنی لمبی وہ منزل ہوگی اتنا ہی زیادہ تیزی کوشش اور محنت اور دیر تک اسے چلنا ہوگا ۔ سو خدا تعالی تک پہنچنا بھی تو ایک منزل ہے اور اس کا بعد اور دوری بھی لمبی ہے ۔ پس جو شخص خداتعالی سے ملنا چاہتا ہے اور اس کے دربار میں پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے اس کے واسطے نماز ایک گاڑی ہے جس پر سوار ہوکر وہ جلد تر پہنچ سکتا ہے ۔ جس نے نماز ترک کردی وہ کیا پہنچے گا ۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۵۴ ، ۲۵۵)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہؤا